مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ختم نبوت

ہفت روزہ

کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ

جلد ۲

۱۲ رمضان تا ۱۸ رمضان ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۵ جون تا یکم جولائی ۱۹۸۳ء

شمارہ

خصائل نبویؐ برشمائل ترمذی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک کا ذکر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا ذکر۔

فائدہ: حلیہ شریف کی روایات میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا تبعاً ذکر گذر چکا ہے اس باب میں صرف رفتار کی کیفیت کو مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے اس باب میں تین روایتیں مصنفؒ نے ذکر کی ہیں

۱۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابن لہیعۃ عن ابی یونس عن ابی ہریرۃ قال ما رأیت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجہہ وما رأیت احدا اسرع فی مشیتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما الارض تطوی لہ انا لنجہد انفسنا وانہ لغیر مکترث۔

۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا چمک اور روشنی گویا کہ آفتاب آپ کے ہی چہرہ مبارک میں چمک رہا ہے۔ میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا۔ زمین گویا لپٹی جاتی تھی کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے۔ اور آپ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔

فائدہ: یعنی آپ کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے۔

۲ حدثنا علی بن حجر وغیر واحد قالوا حدثنا عیسیٰ بن یونس عن عمر ابن عبداللہ مولیٰ غفرۃ حدثنی ابراھیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَشٰی تَقَلَّعَ کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ فِیْ صَبَبٍ۔

ترجمہ ۲ ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے کہ جب آپ چلتے تھے تو عجلت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے۔ عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اونچائی سے اتر رہے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے حلیہ شریف میں مفصل گزر چکی ہے۔

۳ حدثنا سفیٰن بن وکیع قال حدثنا ابی عن المسعودی عن عثمان بن مسلم بن ھرمز عن نافع بن جبیر بن مطعم عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰی تَکَفَّاَ تَکَفُّوًا کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ۔

ترجمہ ۳ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے چلتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے گویا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔

فائدہ: یہ مضمون بھی گزشتہ احادیث میں چند جگہ آچکا ہے۔

باقی صفحہ ۲۰ پر

فہرست

۱ - خصائل نبوی بر شمائل ترمذی ___ حضرت شیخ الحدیث رح ۲

۲ - امام کعبہ کا خط ___ ۴

۳ - افاداتِ عارفی ___ ڈاکٹر عبدالحی صاحب ۶

۴ - قادیانی شبخون ___ مولانا تاج محمد صاحب ۷

۵ - مدرسہ صولتیہ ___ مولانا محمد مسعود شمیم ۱۰

۶ - رفع ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام ___ مولانا محمد یوسف لدھیانوی ۱۲

۷ - ۱۹۷۳ء کا دستور اور قادیانی ___ نعیم آسی ۱۷

۸ - قومی اخبارات ___ ۱۹

۹ - طریق کار کی حقیقت ___ مولانا محمد فاروقی - ۲۱

کتابت
محمد عبدالستار واحدی
غلام لیلین تبسم

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت
مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینجر
علی اصغر چشتی صابری، ایم - اے - ایل - ایل - بی

فی پرچہ - ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ	۶۰ روپیہ
ششماہی	۳۵ روپیہ
سہ ماہی	۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپیہ
کویت، اومان، شارجہ دوبئی، اردن اور شام	۲۲۵ روپیہ
یورپ	۲۹۵ روپیہ
اسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۴۰ روپیہ
افریقہ	۲۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپیہ

رابطہ دفتر
دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر: عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع: کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت: ۲۰/A سائرہ مینشن ایم اے جناح روڈ، کراچی

ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ ــ ختم نبوت

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
الرئاسة العامة لشؤون الحرمين الشريفين
مكتب نائب الرئيس

الرقم :
التاريخ :
المشفوعات :

حضرة الاخوان الكرام عبدالرحمن يعقوب باوا والاخ منظور احمد الحسيني حفظهما اللـــه

السلام عليكم ورحمـــة الله وبركاته /

قد وصلتني رسالتكم المعبرة عن صحتكم واستقامـه احوالكم ۰ ولقد احزنني ماقرأته في رسالتكم عن اختفاء المجاهد الداعيـه الشيخ / محمد اسلم قريشي فجاة مساء يوم الخميس ٣ جمادى الاولى ١٤٠٣هـ الموافق ١٧ فبراير ١٩٨٣م اثناء سفره من بيته بمدينة سيالكوت الى قرية معراج كـــى التي كان يقصدها للدعوة والوعظ والارشاد ولاداء صلاة الجمعه بأهلها وقد ذكرتم أن عامـــة المسلمين بباكستان يرون أن القاديانيين قد اغتالوه وقتلوه حيث أنه كان عضوا في مجلس تحفظ ختم النبوة ومرشدا ومبلغا بمدينة سيالكوت تحت اشراف المجلس وكان دائما للفتنة القاديانيه بالمرصاد

ولاشك ان طائفـة القاديانيين المعروفـة ببث الفتن والكيد للاسلام والمسلمين والعداء لعباد اللـه المؤمنين لايستبعد منهم اطلاقا هذا العمل الشنيع خاصة واذا كان الشيخ محمد اسلم قريشي هذا هو ذاك المجاهـد الغيور الذي قام بالهجوم على عدو الله ابن ابن احمد حفيد المتنبئ المـــرزا غلام احمد القادياني فانه لابد وان القاديانيين كانوا يتحينون الفرصة الملائمـة للكيد به واني استجب هذه العمليـه الشنيعه بشدة ولايرضى اى مسلم ان تحدث مثلها في بلد اسلامي عريق كباكستـــان وعلى ايدي طائفـة خبيثـه كافرة تعادي الاسلام واهله ۰

واسأل الله سبحانه وتعالى ان ياخذ بايدى عباده المؤمنين وخاصة العاملين بمجلس تحفظ ختم النبوة وجميع المسلمين بباكستان وان يوفق الحكومـة ورجالها على تحقيق الحق ابطال الباطـــل ويلهمهم الرشد والصواب ويوفقهم للتمسك بالدين الحنيف والعمل بتعاليمـه الحكيمة وان يقويهم لقمـع الفتن ولاسيما الفتنه القاديانيـه الخبيثه وحفظكم الله وايانا من كل شر وسوء بفضله وكرمـه أميـــن

والسلام عليكم ورحمـــة الله وبركاته / ٠٠٠٠

محمد بن عبداللـه السبيـــل
امام الحرم المكي الشريـــف
٢٤/٨/١٤٠٢هـ

م/جـ/

الرئاسة العامة لشؤون الحرمين الشريفين

میں اس خبیث اور چھچوری حرکت کی سخت مذمت کرتا ہوں

مولانا محمد اسلم قریشی صاحب کے اغوا پر امام حرم شیخ عبداللہ بن السبیل کا اظہار تأسف اور مذمت۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ناظم اعلیٰ وایڈیٹر ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی جناب عبدالرحمٰن یعقوب باوا، ناظم نشریات مولانا منظور احمد الحسینی نے گذشتہ ہفتہ مکہ معظمہ کے قیام کے دوران امام حرم کعبہ شیخ عبداللہ السبیل کے ساتھ پانچ مرتبہ تفصیلی ملاقات کی۔ انہوں نے شیخ موصوف کو اپنے دورۂ انگلینڈ واسپین کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ مرزائیوں کی سرگرمیوں کے متعلق انہیں بتایا اور خاص کر مولانا محمد اسلم قریشی صاحب کے اغوا کے متعلق شیخ صاحب کی خدمت میں ایک تحریری عرضداشت پیش کی۔ امام حرم نے اس کا جواب اپنے مخصوص انداز میں تحریری طور پر عنایت فرمایا، جس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو مع اردو ترجمہ کے ابتدائیہ کی جگہ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

برادران محترم جناب عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب وجناب منظور احمد صاحب الحسینی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا مکتوب ملا جس سے آپ کے حالات وکیفیات وصحت کی تفصیل معلوم ہوئی، یہ پڑھ کر نہایت دکھ اور صدمہ ہوا کہ ختم نبوت کے مجاہد اور داعی مولانا محمد اسلم قریشی صاحب کو جمعرات ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ ار فروری ۱۹۸۳ء کو اس وقت اغوا کیا گیا جب وہ اپنے گھر سیالکوٹ سے دعوت تبلیغ اور جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے "معراج کے" جا رہے تھے۔

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ پاکستان کے مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ موصوف کو قادیانیوں نے اغوا کر کے قتل کر دیا ہے اس لیے کہ مولانا محمد اسلم قریشی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ اور سیالکوٹ کے بہترین مبلغ اور واعظ تھے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی میں کام کیا کرتے تھے نیز فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی فرقہ جو کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکر وفتنہ پردازی میں معروف ہے اور جو اللہ کے مومن بندوں کا سخت ترین دشمن ہے اس سے یہ چھچوری حرکت قطعاً مستبعد نہیں اور خاص طور سے ان حالات میں کہ مولانا محمد اسلم قریشی ایسی دینی حمیت رکھنے والی مجاہد شخصیت ہیں جنہوں نے خدا کے دشمن مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے ایم۔ایم۔احمد پر حملہ کیا تھا، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ قادیانی موصوف کو اغوا کرنے کے لیے کسی مناسب وقت کی "تلاش میں ہوں گے، میں اس خبیث اور چھچوری حرکت کی سخت مذمت کرتا ہوں اور کوئی مسلمان یہ پسند نہیں کر سکتا کہ کسی اسلامی سلطنت میں اور خصوصاً پاکستان جیسے اسلامی ملک میں قادیانی جیسے کافر دین دشمن ٹولے کے ہاتھوں اس قسم کا واقعہ رونما ہو۔

میں خدا سے دست بدعا ہوں کہ پاکستان کے تمام مسلمانوں اور مومن بندوں کی مدد فرمائے خصوصاً ان حضرات کی جو مجلس تحفظ ختم نبوت سے منسلک ہو کر کام کر رہے ہیں اور حکومت اور ارباب حکومت کو حق کی پیروی اور اعداء اور باطل کی بیخ کنی کی توفیق دے اور صحیح اور سیدھے راستے پر چلنا آسان کر دے اور ان کو یہ توفیق دے کہ وہ دین حنیف کو مضبوطی سے تھامیں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، اور ان کو فتنوں کی بیخ کنی خصوصاً فتنہ قادیانیت جیسے خبیث فتنہ کی سرکوبی کی توفیق دے اور آپ کو اور ہمیں سب کو تمام فتنوں اور برائیوں سے محض اپنے فضل وکرم سے بچائے رکھے۔ آمین۔

افادات عارفی

ضبط و ترتیب محمد جمیل خاں

اچھی خصلت اور جذبات کو ابھارنے کے مواقع بہت کم ہیں

ملفوظات طیبات حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ

فرمایا:۔ اس سے انکار نہیں کہ کلام اللہ سے وابستگی میں مسلمانوں کے لئے بڑے درجات ہیں، مگر جس طرح میلے کپڑے پر عطر لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح کلام اللہ پڑھنے سے اخلاق اور اعمال اور حالات اور معاشرہ کی درستگی کا معاملہ ہے اور شریعت کا مقصود یہ ہے کہ اخلاق کے درست نہ ہونے سے تمام اعمال اور شریعت کے احکام خراب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی حکمت بتاتے ہیں اور تزکیہ نفوس کرتے ہیں یعنی نفس کے رذائل کو پاکیزہ کرتے ہیں اور یہ بنیادی چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کے اخلاق عیش و عشرت کی بناء پر بگڑنے شروع ہو گئے۔ جبکہ مسلمان جھوٹ بولنے اور دھوکہ بازی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ جملہ کہ "تم کو خدا کا خوف نہیں ہے" مسلمان کی تنبیہ کے لئے کافی ہوتا تھا

فرمایا:۔ جب اخلاق گرنے لگے تو بزرگوں نے شریعت اور طریقت بتانی شروع کر دی اور شریعت اور طریقت دو الگ الگ چیزیں ہو گئیں تو آج کل یہ چیز زیادہ مضر ہے کہ ہمارے اخلاق صحیح نہیں ہیں رذائل موجود ہیں۔ ہمارے اندر اچھی اور بُری خیر اور شر دونوں خصلتیں موجود ہیں لیکن اچھی خصلت اور جذبات کو ابھارنے کے مواقع بہت کم ہیں، یہ اس وقت کے چند لمحات ہیں کہ اچھے جذبات ابھریں۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی باتیں کرنے کی بناء پر تو آج کل خیر کے محرکات کم ہیں اور شر اور برائی کے محرکات بہت زیادہ اس لئے ہماری طبیعتیں شرّ سے متاثر ہو جاتی ہیں اگر تو نیت ہو اللہ کے کلام کی محفل سے اخلاص اور نیکی تو درست اور ٹھیک ہے لیکن ہمارے اندر حسد، کینہ، حب جاہ اور دیگر رذائل زیادہ ہیں۔ لہٰذا ان محافل کی ابتداء اگرچہ نیک مقاصد پر مبنی ہوتی ہے مگر سائل کار باعث مفسدہ ہوتی ہیں۔

۱۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ محفل قرآن کے ختم کے بعد دوسرے جذبات ابھریں گے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق ایک دوسرے کی تضحیک، غیبت اور برائی شروع ہو جائے گی چونکہ ہمارے اندر یہ جذبات تو موجود تھے لیکن اب جب موقع آیا تو ابھر گئے اس لئے عارفین دین نے فرمایا کہ چیز تو اچھی ہے لیکن مختلف جذبات والے لوگ جمع ہو جائیں تو اس سے یہ مضرات شروع ہوں گے اس لئے کہ کسی کے مزاج میں حرصؔ اور ہوسؔ اور غصّہ ہے اور حب جاہؔ اور تکبرؔ اور ریاؔ ہے (یہ نفس کے رذائل کہلاتے ہیں)۔ اس کے ساتھ پیار و محبت و دل سوزی سچائی بھی سب میں موجود ہیں لیکن اچھے جذبات کے محرک کم ہیں تو اب ہمارے سامنے جب کوئی سائل آتا ہے تو اصولاً دلسوزی اور محبت کا جذبہ ابھرنا چاہیئے لیکن پیشہ ور اور مکاّر وغیرہ کا برا جذبہ ابھرتا ہے تو ماحول نے اچھا جذبہ نہیں ابھرنے دیا اور بدظنی، اور بدگمانی اور حب مال کا جذبہ ابھار دیا ان حالات سے روزانہ سابقہ پڑتا ہے تو ایسی حالت میں معاشرہ کو سدھارنا ہو گا۔

عظمت رسالت پر قادیانی شبخون

مولانا تاج محمد
مدرس
مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی

حذر اے چیرہ دستاں کہ سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ	اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا
مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ	اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس
رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا	خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اور جو
لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ	کتاب تورات میرے سامنے موجود
وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ	ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہوں۔
مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ	اور سناتا ہوں خوشخبری ایک رسول
(پ۲۸ سورۃ صف)	کی جو میرے بعد آئیں گے۔ نام
	ان کا احمد ہوگا۔

قرآن کریم کی اس آیت کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس نوید کی طرف ہے جو انجیل یوحنا ۱۴/۱۶ میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے تشریف لانے کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور آپ کا اسم گرامی احمد بھی ظاہر فرما رہے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

جب یوحنا کے کلام کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ تو لفظ احمد کا بھی ترجمہ کیا گیا۔ اور یونانی ترجمہ میں لفظ پیریکلوطاس استعمال کیا گیا۔ جس کے معنی احمد کے ہیں۔ جب یونانی زبان سے عربی وغیرہ میں تراجم ہوئے تو اس کا معرب فارقلیط کر دیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس پیشگوئی کی تائید بائبل کے دوسرے مقامات سے بھی ہوتی ہے۔ یوحنا ۱۶/۷ میں لکھا ہے "میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں۔ تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔ اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا"

متی ۳/۱۱ میں لکھا ہے "لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے۔ مجھ سے زور آور ہے۔ کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا سوپ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اپنے کھلیاں کو خوب صاف کرے گا۔

انجیل برناس فصل ۱۶۳ صفحہ ۲۳۲ پر ہے "اے معلم وہ آدمی کون ہوگا۔ جس کی نسبت تو یہ باتیں کر رہا ہے۔ اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا۔ یسوع نے دل خوشی کے ساتھ جواب دیا بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے"

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی "مدارج النبوۃ" فارسی مطبوعہ ۱۲۸۱ھ در مطبع ناصری دہلی میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ وہ تیری ذریات میں سے آخری پیغمبر ہیں۔ آسمان پر اُن کا نام احمد ہے اور زمین پر محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ)

"مشہور ناموں میں سے آپ کے دو نام ہیں۔ محمد اور احمد یہ دونوں نام بمنزلہ اسم ذات کے ہیں۔ اور باقی سب اسماء صفات۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ احمد نام محمد سے بھی قدیم تر ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا دعوۃ ابی

ابراہیم وبشارۃ عیسیٰ ابن مریم میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ بن مریم کی بشارت کا مظہر و مصداق ہوں۔

یمن کا اسقف اعظم جارود جب مدینہ طیبہ آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوا۔ تو کہا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کا علمبردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ میں نے آپ کی صفات انجیل میں پڑھی ہیں۔ اور آپ ہی کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اب تک پوری امت اس عقیدے کی حامل ہے کہ "اسمہ احمد" کے مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

قزاقان ردائے محمد ﷺ

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور انکی ذریت نے جو شبخون عظمت رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر مارا۔ اس کا ہدف یہ بشارت بھی تھی۔

مرزا غلام احمد اپنی کتاب اربعین ۴ ص۳ میں لکھتے ہیں۔

ا ل "اور جیسا کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔۔۔۔۔ یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔۔۔۔ جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔"

اربعین ص۱۵ میں لکھتے ہیں۔

ب "خوب توجہ کرکے سن لو۔ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہوچکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے"

ازالہ اوہام طبع اول ص۶۷۳ پر لکھتے ہیں۔

ج "اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے۔ وہ اس کے مثیل مسیح ہونے کی طرف اشارہ ہے۔۔۔۔۔ اسی کی طرف اشارہ ہے "ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال وجمال۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مذکورہ بالا مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا"

مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ لکھتے ہیں

مرزا محمود احمد سربراہ دوم جماعت قادیانیہ "انوار خلافت" ص۲۱ پر لکھتے ہیں۔

ا "پس اس آیت یعنی آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد نام رسول کے ہیں۔ آپ کے وقت میں پورے ہوں۔ تب بے شک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے۔ کیونکہ جب سب نشانات آپ میں پورے ہو گئے۔ تو پھر کسی اور پر اس کے چسپاں کرنے کی کیا وجہ ہے"

(قارئین کرام "کسی اور پر" کے منحوس اور گستاخانہ الفاظ پر غور فرمائیں)

۲ "انوار خلافت" کے ص۱۹ پر لکھتے ہیں۔

"میں جہاں تک غور کرتا ہوں۔ میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہی ہے"

" ص۲۲ پر لکھتے ہیں۔

۳ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم ذات احمد ہونے پر دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت مسیح نے کہا تھا کہ وہ رسول یاتی من بعدی میرے بعد آئے گا۔ پس اس پیشگوئی سے کوئی ایسا ہی شخص مراد ہونا چاہیئے۔ جو آپ کے بعد

سب سے پہلے آئے۔ اور حضرت مسیح کے "بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آئے تھے نہ کہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد) آپ تو (مرزا صاحب)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور شخص احمد کیونکر ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب ، یہ ہے کہ اس قسم کے معترضین بوجہ عربی زبان کی ناواقفی کے اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ بعد کے معنی پیچھے کے ہیں۔ نہ کہ فوراً پیچھے کے۔ ایک چیز جو کسی کے پیچھے ہو۔ خواہ دس چیزیں چھوڑ کر ہو یا فوراً پیچھے ہو وہ بعد ہی کہلائے گی"۔

مرزا بشیر احمد پسر مرزا غلام احمد

مرزا غلام احمد کے منجھلے بیٹے بشیر احمد ایم اے "کلمۃ الفصل" مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز مارچ اپریل ۱۹۱۵ء ص ۱۳۹ پر لکھتے ہیں۔

(ا) "ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ صف میں کسی ایسے رسول کی پیش گوئی کی گئی ہے جو احمد ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی نبی کریم کی پہلی بعثت کے متعلق نہیں۔ بلکہ آپ کی دوسری بعثت یعنی مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہے۔ کیونکہ مسیح موعود جمالی صفت کا مظہر یعنی احمد ہے"

(ب) ص ۱۴۱ پر لکھتے ہیں۔

"یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ سورہ صف میں جس احمد رسول کے متعلق عیسٰی علیہ السلام نے پیش گوئی کی ہے وہ احمد مسیح موعود ہی ہے (یعنی اس کا باپ مرزا غلام احمد) جس کی بعثت حسب وعدہ الٰہی و آخرین منہم خود نبی کریم کی بعثت ہے"

ولی اللہ شاہ قادیانی

۱۹۳۴ء کے جلسہ سالانہ قادیان پر زین العابدین ولی اللہ شاہ (ناظر دعوت و تبلیغ) نے ایک تقریر "اسمہ احمد" کے عنوان پر کی۔ جو بعد میں کتابی شکل میں ۸۰ صفحات پر مشتمل شائع کی گئی۔ کتاب کا مصنف "اسمہ احمد" کے ص ۲۵ پر لکھتا ہے۔

"حضرت مسیح نے اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دی تھی جس کا نام احمد ہے۔ چونکہ روئے سخن مسلمانوں کی طرف ہے اور ان ہی کی بدعہدی اور دوبارہ اصلاح کا سوال ہے اس لیے یہاں جس احمد کی بشارت یاد رکھنے کے لیے مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے۔ اس سے یقیناً وہ احمد مراد ہے جو مسلمانوں کی خستہ حالی کے وقت اور ان کی اصلاح کی خاطر مبعوث ہونا تھا۔ نہ کوئی اور احمد.... تو پھر یہ کہنا کہ اس آیت میں جس احمد کی بشارت دی گئی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قطعاً معقول نہیں"۔

اسی کتاب کے ص ۵۲ پر لکھتے ہیں "مسیح موعود کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ اپنے ذاتی نام کے اعتبار سے حضرت مسیح کی مخصوص پیشگوئی اسمہ احمد کے حقیقی مصداق ہیں۔ مسیح موعود کے سوائے اور کوئی شخص نہیں جو آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا ذاتی نام اور مقررہ خصوصیات کے لحاظ سے بھی مصداق ہو"

ص ۸۱ پر لکھتے ہیں "اسمہ احمد کی اس مخصوص پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) بالتکرار فرماتے ہیں"

ان توضیحات کے بعد کسی قسم کا شائبہ اس حقیقت میں باقی نہیں رہتا کہ قادیانی امت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق صرف اور صرف مرزا غلام احمد کو قرار دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں۔

قرآن پاک میں بہت سی ایسی آیات ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور مقام۔ آپ کی رفعتِ شان، عظمت و جلال اور پاکیزہ اخلاق سے متعلق ہیں۔ مرزا غلام احمد

باقی صفحہ ۲۳ پر

سرزمین حرم کی علمی تاریخ کا ایک روشن باب

تذکرہ تاسیس مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

از مولانا محمد مسعود شمیم صاحب ناظم مدرسہ

اطراف عالم اور خاص طور پر حجاز مقدس کی علمی تاریخ میں مدرسہ صولتیہ اور اس کے بانی حضرت اقدس مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ لیکن مدرسہ صولتیہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور حضرت بانیٔ مدرسہ نے اس کو صولتیہ کے نام سے کیوں موسوم کیا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے دوران عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن مناظروں کے بعد جب انگریزی تسلط اقتدار نے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کو ہندوستان میں اپنی راہ کا کانٹا سمجھا تو آپ نے بیت اللہ کا رُخ کیا۔ بظاہر یہ جلا وطنی اور آزمائش کی ایک صورت تھی لیکن کسے معلوم تھا کہ بے وطنی کی یہ افتاد اپنے اندر ایک نئی درخشاں تاریخ کے دروازے کھولنے والی ہے اور وہ بھی ایسی مقدس جگہ پر کہ جس کی عظمت کا روئے زمین پر کوئی مثیل نہیں۔

بے سروسامانی کی حالت میں مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نے اپنے تعمیری و اصلاحی ذہن و فکر سے بہت جلد یہ حقیقت مشاہدہ فرما لی کہ مکہ معظمہ میں باقاعدہ تعلیم کا نہ کوئی معیار ہے نہ کوئی مرکز۔ جس کا دل چاہے پڑھے نہ دل چاہے نہ پڑھے۔ علماء کرام کے حلقہ ہائے درس سے کماحقہ وہ نتائج نہیں پیدا ہو رہے تھے جو اس مقام کے شایانِ شان تھے۔ چنانچہ چند روز بعد اس اجنبی ماحول میں رب العالمین کی طرف سے حالات سازگار ہوتے ہی آپ نے سب سے پہلے مسجد حرم محترم میں کعبہ معظمہ کے سامنے مقام حنفی سے متصل ماہ ربیع الاوّل ۱۲۸۵ھ میں مدرسہ ہندیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ کا آغاز فرمایا۔ اہل حرم نے منظم تعلیم دیکھی، نیا طریقہ تدریس دیکھا، نئی کتابیں دیکھیں تو پروانہ وار اپنی اولاد اور بچوں کو تعلیم کے لئے لانے لگے۔ مگر مسجد حرم کا ماحول تعلیم کی سازگاری اور انضباط کے لئے نامناسب تھا۔ کسی مقصد کی بنیاد خلوص و للہیت پر ہو تو قدرت خود کارساز ہوتی ہے۔ مہاجرین حرم کے طبقۂ خواص میں دتاؤلی ضلع علیگڑھ کے نواب فیض احمد خان صاحب مرحوم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کی قربانیوں اور مقام سے بخوبی واقف تھے اور روزانہ شریک درس ہوا کرتے تھے۔ مدرسہ کے لئے جگہ کا مسئلہ اٹھا تو انہوں نے اپنے عالیشان مکان کی پہلی منزل پیش کر دی۔ اس طرح ابتدائی اسباق کے اور قرآن کریم کے طلبہ نواب صاحب کے مکان میں منتقل ہو گئے اور بڑی کتابوں والے طلبہ حرم محترم میں مصروف تعلیم رہے۔ لیکن یہ نظم ہر طرح عارضی تھا اور حضرت مولانا بارگاہِ الٰہی میں مصروف دعا تھے کہ کسی طرح مدرسہ کی مستقل و منظم تعمیری صورت ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالٰے نے حضرت مولانا کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ۱۲۸۹ھ کے حج میں نواحی کلکتہ کی ایک صاحب خیر خاتون صولت النساء بیگم مکہ معظمہ میں کسی کارخیر کا جذبہ ساتھ لائیں۔ ہندوستان میں حضرت مولانا کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف تھیں چنانچہ پہلی فرصت میں اپنے داماد حکیم نوازش حسین صاحب مرحوم کے ذریعے حضرت مولانا سے مشورہ چاہا۔ قدرت کی طرف سے یہ سعادت اس پاک طینت خاتون کے حصہ میں لکھی جا چکی تھی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ

مکۂ معظمہ میں کوئی مدرسہ نہیں ہے"۔ رات کو طواف کعبہ کے بعد دعا کی اور دوسرے دن اس کار خیر کی رقم جو ہندوستان سے ساتھ لائی تھیں مدرسہ کے لئے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے فوراً منتخب اہل الرائے کے مشورہ اور صوابدید سے جگہ اور عمارت کا انتخاب فرمایا۔ اپنے مدرسہ ہندیہ کے طلباء و مدرسین کو نئی عمارت میں منتقل کرنے کے بعد اس کا نام "مدرسہ صولتیہ" رکھا۔ آج تک صولت النساء بیگم کا تعارف اور سوانحی تذکرہ تشنۂ تکمیل تھا۔ قدرت کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ اس سال آپ کے مدرسہ صولتیہ کی اس سالانہ زبان حال میں حرم محترم کی تاریخ علم کا یہ قیمتی تذکرہ شائع کیا جا رہا ہے جو انشاء اللہ آپ کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی گذارش ہے کہ اگر کسی صاحب کے پاس اس سلسلہ کی معلومات یا کوئی قدیم تاریخی یادداشت ہو تو اس سے ناظم مدرسہ کو مطلع کریں۔

تذکرہ صولت النسا بیگم

کسے معلوم تھا کہ بنگال کے ضلع چوبیس پرگنہ کے ایک غیر معروف و نا مانوس گاؤں بھسیلہ سے ایک ایسی ہستی پیدا ہو گی جس کا فیض روئے زمین کے مقدس ترین خطہ سے اطراف عالم میں جاری و ساری ہوگا۔ اور ہزاروں تشنگان علم اس سے معارف اسلامیہ اور علوم محمدیہ کی دولت لے کر اطراف عالم کو سیراب کریں گے اس کا نام سورج کی روشنی اور چاند کی ٹھنڈک کا مصداق ہوگا مگر قدرت کے کام نرالے ہیں وہ جس کو چاہے نواز دے جس کو چاہے محروم کر دے۔ قدرت کا یہ دستور انسانی فکر و فہم سے بالاتر ہے۔ کلکتہ سے جنوبی مشرقی سمت تقریباً اٹھارہ میل کے فاصلہ پر بھسیلہ نامی گاؤں یا آبادی ہے جس کے متعلق وہاں کے لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ کسی زمانہ میں حضرت شاہ وسیلۃ اللہؒ نامی کوئی بزرگ وہاں آباد ہوئے اور چونکہ اس جگہ کا کوئی نام نہیں تھا اس لئے ان کے زہد و تقدس اور صلاح و تقویٰ سے متاثر ہو کر ان کے نام نامی پر اس آبادی کا نام پڑ گیا جو امتداد زمانہ اور تلفظ بگڑنے کی بنا پر وسیلۃ اللہ سے بھسیلہ ہو گیا۔ انگریزوں کے زمانہ میں سرکاری کاغذات میں اس کو BHASELAH لکھا جاتا تھا جو اب تک رائج ہے اسی آبادی میں حضرت شاہ وسیلۃ اللہؒ کی نسل و اولاد میں ایک صدیقی خاندان کے عابد و زاہد اور نیک نام و نیک سیرت مولوی اجابت حسین صاحبؒ تھے۔ قدرت نے دنیاوی اسباب و وسائل سے بھی خوب نوازا تھا۔ مولوی اجابت حسین صاحب کے ہاں سب سے پہلے ایک فرزند عبدالصمد نامی تولد ہوئے اور ان کے بعد چھ لڑکیوں کی پیدائش ہوئی۔ اور جب ساتویں دختر کی ولادت ہوئی تو بے حد کبیدہ خاطر ہوئے اور اس عطیہ ربانی کو ایک نظر دیکھنے کے بھی روادار نہ ہوئے۔ ساتویں دن عقیقہ کے روز اعزہ و اقارب کے اصرار پر ساتویں بیٹی کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ اور بے اختیار سینے سے لگا لیا کہ اپنی سب بہنوں میں بے حد حسین و جمیل اور معصوم صورت تھیں۔ سات دن کی بچی کے چہرے پر جلال و جمال کا معصوم امتزاج سب کو متحیر کئے ہوئے تھا باپ نے بے اختیار دو رکعت نماز پڑھ کر سجدہ شکر ادا کیا۔ اور شاید اسی وقت راضی برضا ہونے کی یہ ادا قدرت کو پسند آ گئی۔ اور باپ کی دعا اور سجدہ شکر نے اس معصوم بچی کے لئے دنیاوی و اُخروی سعادتوں کے فیصلے کروا لئے۔ اس با سعادت دختر کی ولادت ۱۸۲۲ء میں ہوئی۔ اور باپ کی زبان سے الہامی نام صولت النساء بیگم تجویز ہوا۔ اس وقت کے مروجہ طریقوں کے ساتھ ان کو قرآن پاک اور علوم دینیہ سے وافر حصہ پڑھایا۔ ان کی چھ بہنوں کی شادیاں متوسط گھرانوں میں ہوئی لیکن صولت النساء بیگم کی شادی منشی لطافت حسین سے ہوئی جو کلکتہ ٹاش بلیاگھاٹ اور چوبیس پرگنہ کے بڑے زمیندار اور صاحب حیثیت اور صاحب خیر تھے۔ شادی کے بعد منشی لطافت حسین صاحب کی قسمت اور چمکی۔ جاہ و ثروت میں دن بدن ترقی ہونے لگی۔ شوہر نے جب صولت النساء بیگم کا محبت و خلوص، انتظامی قابلیت اور امورِ خیر سے دلچسپی کے مظاہر دیکھے تو ۱۸۸۲ء میں اپنی پوری جائیداد ان کے نام منتقل کر دی اور اس کے ایک ہی سال بعد ۱۸۸۳ء میں انتقال فرما گئے جس کے بعد صولت النساء بیگم نے اپنے بڑے بھائی مولوی عبدالصمد صاحب عرف مانک میاں اور اپنی دو بہنوں

کے صاحبزادوں منشی منظر حسین اور منشی مبارک حسین کے ذمہ جائیداد کی دیکھ بھال کا کام سپرد کیا اور خاوند کی یادگار میں ایک سڑک "منشی نطافت حسین روڈ" تعمیر کرائی جو آج تک اسی نام سے کلکتہ میں موجود ہے۔

اپنے قابل فخر اور محبوب شوہر کی وفات کے بعد صولت النساء بیگم کی توجہ امورِ خیر کی طرف اور زیادہ بڑھ گئی اور اسی جذبہ کے ماتحت انہوں نے ۱۲۸۹ھ میں اپنے داماد حکیم نوازش حسین صاحب مرحوم اور دیگر اعزہ کے ساتھ حج کا ارادہ کیا اور یہ نیک عزم اور پاک ارادہ لے کر چلیں کہ اب مکہ معظمہ میں بھی کوئی مسافر خانہ تعمیر کریں گی یا ٹھنڈے پانی کی سبیلیں جاری کرائیں گی لیکن قدرت خداوندی ان کے حصہ میں ایسا کارِ خیر لکھ چکی تھی جو ان کے بلند عزائم اور پرخلوص ارادوں سے کہیں زیادہ پاک و مقدس اور مقبول بارگاہ الٰہی تھا۔

ہندوستان میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے حالات ایسے نہیں تھے کہ جن سے کوئی قومی و ملی درد و تعلق رکھنے والا بے خبر رہا ہو۔ خود بنگال کا علاقہ بھی بہت پہلے سے انگریزی سیاست کی زد میں آکر فرنگی اقتدار کا مرکز بن چکا تھا بلکہ ابتداء وہیں سے ہوئی تھی جس کی بڑی دردناک اور سنگین قربانی نواب سراج الدولہ مرحوم دے چکے تھے۔ خاص طور پر عیسائی مشنریوں اور مسیحی طاقتوں کے ساتھ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم کے مناظروں نے تمام ہندوستان میں ہمہ گیر شہرت اختیار کر لی تھی جن سے صولت النساء بیگم بھی پوری طرح واقف و باخبر تھیں۔ چنانچہ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد پہلی فرصت میں انہوں نے اپنے داماد حکیم نوازش حسین صاحب مرحوم کے ساتھ حرم پاک میں حضرت مولاناؒ کے درس بخاری کے بعد ملاقات کی اور مکہ معظمہ میں مسافر خانہ یا ٹھنڈے پانی کی سبیل کی تعمیر کے متعلق ارادے کا اظہار فرمایا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ "الحمد للہ مکہ معظمہ میں یہ دونوں کارِ خیر بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں مگر مدرسہ کوئی نہیں ہے جہاں اہل حرم کی اولاد اور مہاجرین کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظم ہو"۔ کعبہ کے دروازہ پر طویل دعاؤں کے زیرِ اثر حضرت مولاناؒ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ چند الفاظ اس پاک طینت خاتون کے دل میں اتر گئے اور یہ ابدی سعادت رحمت کے فرشتوں نے اس خاتون کے نام لکھ دی اور دوسرے دن پھر حرم پاک کے مبارک ماحول میں درس بخاری شریف کے بعد صولت النساء بیگم نے مدرسہ کے لئے خرید زمین و تعمیر وغیرہ کے لئے وہ رقم لا کر پیش کر دی۔ جس کو ہندوستان سے کسی کارِ خیر کے لئے ساتھ لائی تھیں۔ اور مدرسہ کے سب سے پہلے رجسٹر میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی تحریر کے مطابق ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۹۰ھ بروز چہار شنبہ تمام طلبہ و مدرسین کو نئی عمارت میں لایا گیا۔ اور یہی دن مدرسہ کی تاسیس کا مقرر ہوا۔ اور حضرت بانیؒ کی ایک دوسری تحریر اس مضمون کی بھی درج رجسٹر ہے کہ تمام اسباق کی تنظیم اور باقاعدہ آغاز یکم رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ کو ہوا۔ مکہ مکرمہ کی تاریخ میں چہار شنبہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۹۰ھ کا یہ دن آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ اس سے پہلے سرزمین پاک پر کوئی مدرسہ نہیں تھا۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے مدرسہ کے افتتاح کے لئے حرم محترم کے تمام علماء و مدرسین اور صلحاء و اتقیاء مکہ کو مدعو فرمایا چنانچہ مسجد حرم میں صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سب حضرات مدرسہ میں آنے شروع ہو گئے۔ جو بھی آیا سب سے پہلے چار رکعت نماز اشراق ادا کر کے قرآن پاک اور سورۂ یاسین کی تلاوت میں مشغول ہو جاتا۔ سب اکابر کی تشریف آوری کے بعد مدرسہ کے قاری جناب شیخ ابراہیم سعد مصری نے طلبہ کو قرآن کریم شروع کرایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے بخاری شریف شروع فرمائی۔ جس کے بعد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے مثنوی شریف کے درس سے اس یوم افتتاح کی برکتوں میں اضافہ فرمایا۔ جس کے بعد طویل دعا ہوئی۔ اور دعا کے بعد تمام مہمانوں، شرکائے مجلس اور طلباء کو ناشتہ کرایا گیا۔

ذرا آنکھ بند کر کے عالم تصور میں اب سے ایک سو چودہ سال قبل اپنے مدرسہ صولتیہ کے یوم افتتاح و آغاز کی اس نورانی مجلس کا تصور کیجئے کہ مکہ معظمہ کے صلحاء و اتقیاء اور علمائے حرم کی موجودگی میں حضرت اقدس مجاہد اسلام مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ اور قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی سرپرستی میں قرآن کریم، بخاری شریف اور مثنوی کے اسباق سے

آغاز ہوا۔ کیسے کیسے اہل اللہ، صاحب دل اور مسجد حرم کے ائمہ وخطباءؒ اور اس دور رحمت کے فرشتہ سیرت، پاک طینت بزرگان دین اس مجلس میں جمع ہوں گے جن کی روحانی برکتوں اور دعاؤں کے زیر سایہ باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ فیض و رحمت زمانہ کے گرم و سرد جھیلتا ہوا الحمدللہ سرگرم سفر ہے۔

ابھی سطور بالا میں قاری ابراہیم سعد صاحبؒ کا نام گذرا ہے۔ یہی وہ صاحب فیض ہستی ہیں جن کے دست مبارک پر مدرسہ کے عہد اول میں شیخ القراء حضرت قاری عبداللہ صاحبؒ مکی اور ان کے بھائی حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی جیسی عظیم ہستیوں نے قرآن و تجوید کی دولت حاصل کرکے اسکو مشرق مغرب میں پھیلایا۔ قاری ابراہیم سعد مصر کے باشندہ تھے نہایت عابد زاہد اور قرآن پاک کے عاشق تھے۔ کعبہ کے زیر سایہ خدمت قرآن کے پاک جذبہ کے ماتحت اپنے وطن سے ہجرت کرکے مکہ معظمہ آگئے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کے درس بخاری میں آکر بیٹھنے لگے تو پھر حضرت ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اور ان کے مدرسہ میں بچوں کو قرآن پڑھانے پر مامور ہو گئے۔ اور آخر دم تک مدرسہ سے وابستہ رہے۔

بارگاہ رب العزت میں صولت النساء بیگم کے خلوص کی قبولیت اور سچے تعلق کے ثبوت کے لئے یہ ایمان پرور روحانی قصہ بھی سنتے چلئے کہ مدرسہ کے لئے خرید زمین و تکمیل عمارت میں جس قدر رقم صولت النساء بیگم کے پاس تھی وہ صرف ہوچکی تھی مگر عمارت میں پانی کے اسٹور یا مخزن کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ اور مکہ معظمہ میں اس وقت ہر محلہ یا علاقہ میں نہر زبیدہ کا پانی ہر گھر تک نہیں پہنچا تھا بلکہ محلوں میں قدیم طرز کے سقایہ تھے جن کو ترکی زبان میں بازان کہا جاتا تھا جن سے سقے اور اہل محلہ مشکوں اور کنستروں کے ذریعے گھر گھر پانی پہنچاتے تھے۔ اس لئے ہر گھر میں پانی کے لئے زمین دوز مخزن بنائے جاتے تھے جن میں بارش کا پانی محفوظ کرنے کا انتظام اس طرح کیا جاتا کہ چھتوں کو پختہ بناکر دیواروں میں مٹی نالیاں زمین دوز مخزن تک پہنچائی جاتی تھیں تاکہ بارش کا پانی از خود چھتوں سے جمع ہوکر آتا رہے۔ پانی کا مخزن در اصل مدرسہ میں تیار نہیں ہوا تھا اور یہی کام باقی تھا کہ سابقہ رقم ختم ہوگئی۔ دوسرے دن صولت النساء بیگم وطن کے لئے روانہ ہونے والی تھیں۔ پانی کے مخزن کے لئے ان سے کہا گیا تو انہوں نے وطن پہنچ کر دوسرے سال رقم بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اسی روز شب کو صولت النساء بیگم نے خواب میں دیکھا کہ ان کو جنت الفردوس میں ایک نہایت عالیشان محل عطا ہوا ہے جس کو دیکھ کر وہ بے انتہا مسرور ہو رہی ہیں مگر اسی کے ساتھ خود شدید پیاس محسوس کرکے پانی تلاش کر رہی ہے مگر اس میں کوئی سقایہ یا حمام وغیرہ کا نظم پانی کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی پانی کہیں نظر آتا ہے اور شدت پیاس سے ان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ صبح کی نماز کے بعد صولت النساء بیگم بعجلت اپنے داماد کے ساتھ حضرت مولانا رحمت اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور خواب بیان کرکے جو روپیہ واپسی سفر کے اخراجات کے لئے ساتھ تھا وہ سب دے کر التجا کی کہ بہت جلد مدرسہ میں طلبہ و مدرسین کے لئے وضوخانہ اور پانی کے مخزن کی تعمیر کرائی جائے۔ چنانچہ اس خواب سے بے حد خوش تھیں اور بار بار کہتی تھیں کہ انشاء اللہ یہ قبولیت کی علامت ہے۔ جب تک حیات رہیں ماہانہ پچاس روپیہ مدرسہ کو مزید اس تاکید کے ساتھ دیتی رہیں کہ اہل مدرسہ کو پانی کی تکلیف نہ ہو۔

ایمانی احساس و شعور رکھنے والے دل اور خدمت دین کے جذبہ اور سوز و درد سے معمور قلوب اس تذکرہ میں یقیناً ایک روحانی سوز و گداز پائیں گے۔ خلوص نیت اور زہد و تقویٰ کا یہ بلند مقام بھی جبلی عقیدت کو ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے اس کو کوئی اور نام دینے یا اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے اصل محسنہ کے نام سے موسوم کیا۔ یہ ہے آپ کے مدرسہ صولتیہ کی وجہ تسمیہ اور اولین تاریخ کے چند نقوش۔

صولت النساء بیگم صاحبہ مرحومہ نے حج سے واپسی کے بعد اپنے وطن تحصیل ضلع چوبیس پرگنہ بنگال میں بھی ایک مدرسہ "صولتیہ" کے نام سے قائم کیا اور اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ ان دونوں امور خیر کے اخراجات کے لئے معقول جائداد وقف کی اور اپنے بڑے بھائی الحاج مولوی منشی عبدالصمد صاحب کو ان دونوں کا متولی مقرر کیا۔ مگر مولوی عبدالصمد صاحب کی وفات کے بعد ان کے فرزند منشی محمد عبداللہ صاحب نے اس مدرسہ کو

مدرسہ انگلش سرکاری اسکول بنا دیا جو کچھ عرصہ کے بعد سرکاری نگرانی میں جونیئر ہائی اسکول ہوگیا اور اب تک مغربی بنگال کی حکومت کے زیر نگرانی سرکاری اسکولوں کی طرز پر باقی ہے۔ مختلف زمانوں میں اس مدرسہ کے صدر اور سرپرست جناب مولوی کفیل الدین صاحب اور مولانا عبدالرزاق صاحب وغیرہ ہوئے جو اس علاقہ کی مشہور شخصیت گذرے ہیں۔ جناب مولوی برکت صاحب، صوفی قاری محمد مستقیم صاحب جیسے مشہور اساتذہ اس سے وابستہ رہے اور بنگال کی مشہور علمی ہستی جناب مولانا محمد مسرت حسین صاحب نے بھی اس میں ۴۵ سال درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا مسرت حسین صاحب کے پوتے پروفیسر ڈاکٹر محمد شہید احمد صاحب ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی لٹ پیرس صاحب علم وفضل اور متعدد اعلیٰ ڈگریوں کے حامل ہیں اور دنیا کے ممتاز ماہرین السنہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دنیا کی اکیس زبانوں کے ماہر ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں بغرض حج مکہ معظمہ آئے تو بہت اہتمام سے اکثر و بیشتر مدرسہ صولتیہ میں تشریف لاتے تھے اور کئی زبانوں میں گفتگو کرتے تھے۔

اپنے وطن میں متعدد امور خیر کے علاوہ صولت النساء بیگم صاحبہ نے کلکتہ میں اپنے عالیشان سکونتی مکان کے قریب ایک شاندار مسجد کے علاوہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے غریب طلبہ کے لئے ایک ہوسٹل بھی تعمیر کرایا اور اس ہوسٹل میں رہائش پذیر تمام طالب علموں کے اخراجات مقرر کئے اسی طرح بنگال میں مسلمانوں میں دینی تعلیم اور عربی زبان کے رواج اور قرآن کریم کی تدریس و اشاعت کے لئے کئی کام کئے۔ علماء و طلباء کی بے حد قدر افزائی اور سرپرستی کی جس کے اثرات اب تک جاری و ساری ہیں۔ مذکورہ بالا مسجد کے قریب انہوں نے باہر سے آنے والے مسافروں کے لئے ایک مفت مسافرخانہ بھی تعمیر کرایا۔ رفاہ عام کے ان تمام کاموں کے لئے اپنی جائیداد وقف کی جس کے سب سے پہلے متولی صولت النساء بیگم کے لائق فرزند الحاج مولوی محمد حسین صاحب تھے جن کے بعد ۱۹۳۰ء تک یہ تمام ادارے مرحوم کے پوتے جناب مولوی محمد جمیل صاحب کی زیر نگرانی عمدگی کے ساتھ چل رہے تھے۔

صولت النساء بیگم کو فیاض ازل نے سراپا خیر و برکت پیدا فرمایا تھا۔ بچپن سے ہی علماء، مشائخ اور بزرگان دین اور اہل قرآن سے عقیدت رکھتی تھیں۔ ان کا گھر ان بزرگ ہستیوں کا گویا مستقل مرکز تھا۔ اس زمانہ کے مشہور صوفی بزرگ اور اہل اللہ حضرت شاہ محمد بہاؤالدین شامی کی شہرت سن کر نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ کلکتہ بلا کر ان کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور ان سے بیعت ہوئیں۔ یہ بزرگ ترکی خلیفہ سلطان عبدالحمید مرحوم کے بھی مرشد تھے۔ صولت النساء بیگم کے امور خیر سے غرباء، فقراء، بیوگان و محتاج وغیرہ کی جو امداد اور پرورش ہوتی تھی اس کے سچے قصے اب تک زبان زد خواص و عام ہیں۔ بہت سے عزیزوں کو انہوں نے اپنے خرچے پر حج کرایا۔ دوسرے یا تیسرے حج سے واپسی کے بعد جب بمبئی میں صولت النساء بیگم صاحبہ کے سب سے چھوٹے فرزند کا انتقال ہوا تو چالیسویں دن ایصال ثواب کے لئے بمبئی کے تمام ہی علماء اور بزرگوں اور کئی ہزار غرباء و مساکین کو مدعو کیا۔ تمام علماء، حفاظ قرآن اور بزرگان دین کو ایک ایک جلد قرآن کریم کے ساتھ معقول رقم ہدیہ دی۔ حج کے لئے جب بھی تشریف لے جاتیں تو حرمین شریفین میں جود وسخا اور امداد کی انتہا نہ رہتی۔ بہت سے حجاج کے اخراجات کا تکفل کرتیں۔ جنگ بلقان کے موقعہ پر صولت النساء بیگم نے ترکی حکومت کو پندرہ ہزار روپے کی تھیلی پیش کی۔

صولت النساء بیگم کا خاندان علماء اور مشائخ کا خاندان ہے جو پورے بنگال میں پھیلا ہوا ہے۔ فرفرہ شریف ضلع ہوگلی کا مشہور و معروف علمی و روحانی خانوادہ صولت النساء بیگم کے بہت قریبی عزیز ہیں اور اس مبارک سلسلہ کے سابقہ بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحبؒ کی صولت النساء بیگم حقیقی پھوپھی ہوتی تھیں۔ فرفرہ شریف ضلع ہوگلی میں حضرت مولانا الحاج شاہ ابوبکر صاحب صدیقیؒ کا روحانی فیض پورے بنگال، آسام اور بنگلہ دیش پر محیط ہے اور آپ "مجدد وقت" کہلاتے ہیں۔ ان صوبوں میں آپ کے مریدین و معتقدین کی کوئی انتہا نہیں۔ آپ حضرت شاہ سید صوفی فتح محمد صاحب اویسیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تھے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق خیر سے عمر بھر زندگی کے ۷۶ سال پورے کرنے کے بعد ماہ فروری ۱۹۱۰ء میں جمعہ کے مبارک دن صولت النساء بیگم نے داعی اجل کو لبیک کہا اور بلیاگھاٹ کلکتہ میں اپنی تعمیر کردہ مسجد کے احاطہ میں اپنے عزیز شوہر منشی لطافت حسین مرحوم کے

برابر ابدی نیند سو رہی ہیں۔ صولت النساء بیگم صاحبہ مرحومہ کی تعمیر کردہ تمام مسجدیں اور عمارتیں الحمدللہ بدستور موجود ہیں۔ البتہ بلیا گھاٹ کلکتہ والی مسجد میں جہاں خود مدفون ہیں وہاں تقسیم ملک کے بعد مسلمان آبادی بتدریج کم ہونی شروع ہوئی تو مقامی ہندو اور بعد میں بنگلہ دیش سے آئے ہوئے شرنارتھی چاروں طرف آباد اور قابض ہو گئے۔ کچھ عرصہ تک اس مسجد میں گنیش کی مورتی بھی رکھی رہی اور اسکی باقاعدہ پوجا ہوتی تھی مگر اب مورتی ہٹا کر مسجد مقفل کر دی گئی ہے۔ اسی طرح صولت النساء بیگم کی خود سکنہ عالیشان کوٹھی میں بھی ہندو آباد ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مسجد اور قبریں اب تک تو محفوظ ہیں۔

مدرسہ صولتیہ کے جائے وقوع اور عمارتوں کے متعلق ناظم اول حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک اقتباس پر اس تاریخی تذکرہ کو ختم کرتا ہوں جو انہوں نے ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ کی ایک تعارفی رپورٹ "ندائے عام" میں اپنے قلم سے شائع فرمایا۔

"مدرسہ صولتیہ کی عمارتیں جس جگہ واقع ہیں اس کا عہد جاہلیت سے قدیم تاریخی نام "خندریسہ" ہے۔ اور عربی میں پرانی تند و تیز شراب کا نام "خندریس" ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہاں شراب کی بھٹیاں تھیں اعلیٰ قسم کی دو آتشہ و سہ آتشہ شراب کے متلاشی یہاں پہنچتے تھے۔ میخانے آباد تھے اور جھومتے جھامتے مخموروں سے اس آبادی کی رونق تھی لیکن اب الحمدللہ یہاں علوم نبویہ اور معارف الہیہ کی دو آتشہ و سہ آتشہ شراب حقیقت تشنگان علم کو پلائی جا رہی ہے۔ اور اب ہاتھوں میں بجائے ساغر و مینا کے کتاب معرفت اور دفتر حقیقت ہے جہاں بدمست نظر آتے تھے اب وہاں مجاورین حرم کے معصوم بچے اور دنیائے اسلام کے شائقین علم درس قرآن و حدیث میں منہمک نظر آتے ہیں۔ مدرسہ کی چاروں عمارتیں مکہ معظمہ میں اسلام کی ان تاریخی یادگاروں کے درمیان واقع ہیں جن سے ایک طرف جبل کعبہ وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے پتھروں سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ دوسری طرف جبل عمرؓ وہ پہاڑ ہے جس پر اسلام کے عظیم المرتبت خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے وحدہ لاشریک لہٗ کے نام کی آواز بلند کی اور اپنے اسلام لانے کا اعلان فرمایا۔ کفرستان عالم میں خدائے ذوالجلال کے لئے یہ پہلی آواز حق مکہ کے پہاڑوں میں گونجی تو کفار مکہ کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ مدرسہ کی تیسری عمارت بورڈنگ (دارالطلبہ) سے متصل وہ قطعہ زمین ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روپیہ سے خرید کر مسلمانوں کے لئے ان کی آخری آرام گاہ قبرستان کے لئے وقف فرمایا تھا۔ جب عہد اول میں کفار قریش نے اسلام کے ان سابقین اولین کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے روک دیا تھا۔ "مقبرہ شبیکہ" کے نام سے یہ بابرکت قطعہ زمین اب تک موجود ہے۔ ۱۳۱۰ھ تک اس میں تدفین جاری تھی اور ایک صدی قبل کے اکثر و بیشتر صلحاء و اتقیاء اور اہل مکہ اس قطعہ زمین میں اپنا مدفن ہونے کے لئے عہد اول کے ان نفوس قدسیہ کے قرب و پڑوس کے لئے متمنی رہتے تھے جو اسلام کے بالکل ابتدائی دور سے اس میں مدفون ہیں۔ آپ کے مدرسہ صولتیہ کی عمارتیں اسلام کی ان پُرانوار یادگاروں کے قریب ہیں۔ جن کو بصارت سے نہیں بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔"

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

اس ایمان افروز اور روحانی سوز و گداز سے لبریز تذکرۂ علم و عرفان کو پڑھ کر کیا یہ کہنا برمحل نہ ہوگا کہ سرزمین پاک مکہ معظمہ میں اہل حرم کے لئے اب سے ایک ہزار ایک سو سال قبل عظیم المرتبت خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ خاتون نے پانی کی شکل میں نہر زبیدہ جاری کر کے تشنگان حرم کو سیراب کیا۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے علمی پیاس بجھانے اور قلبی و روحانی سیرابی کے لئے دوسری زبیدۂ وقت صولت النساء بیگم کا انتخاب فرمایا جن پر بانی علیہ اور مجاہد اعظم شیخ وقت حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ رحمتہ اللہ علیہ کی مسلسل قربانیوں اور جانفشانی کے نتیجہ میں مدرسہ صولتیہ کا فیض الحمدللہ ایک صدی سے زیادہ کے عرصہ میں پورے عالم اسلام پر محیط ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۰۸ ہجری بروز جمعہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کے اس عالم فانی سے رحلت فرمانے کے بعد حضرت مولانا کے پوتے اور

باقی صفحہ ۲۳ پر

رفع و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

کے بارے میں بارہویں صدی کے اکابرین امت کا عقیدہ

تحریر: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

شیخ اسماعیل رومی کا عقیدہ

بارہویں صدی کے مشہور مفسر شیخ اسماعیل حقی برسوی رومی (۱۱۳۷ھ) نے اپنی تفسیر روح البیان میں متعدد جگہ اس عقیدہ کی تصریحات فرمائی ہیں تفصیل کے لیے ان کی تفسیر کے مندرجہ ذیل صفحات دیکھ لیے جائیں۔ ص ۳۰/۲ ، ص ۲۱/۲ ، ص ۳۱۷/ج۲ ، ص ۳۱۸/۲ ، ص ۳۱۹/۲ ، ص ۳۸۴/ج۸ ، ص ۳۸۵/۸ ، ص ۴۲۰/۲ ، ص ۴۶۰/۲ ، ص ۴۶۶/۲ ۔

یہاں چند حوالے ملاحظہ ہوں

آیت کریمہ "ومکروا ومکر اللہ" کے تحت لکھتے ہیں۔

ومکر اللہ بان رفع عیسیٰ علیہ السلام والقی شبہه علی من قصد اغتیاله حتی قتل۔ (ص ۴۰ ج ۲)

اور ایک تدبیر کی اللہ نے وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا اور جو شخص آپ کو اچانک قتل کرنا چاہتا تھا اس پر آپ کی شباہت ڈال دی یہاں تک کہ وہ قتل ہوا۔

اور آیت کریمہ "بل رفعہ اللہ الیہ" کے تحت لکھتے ہیں

رد و انکار لقتله و اثباتاً لرفعه، قال الحسن البصری ای الی السماء التی هی محل کرامة الله تعالیٰ و مقر ملائکته ولا یجری فیها حکم احد سواه فکان رفعه الی ذالك الموضع رفعا الیه تعالیٰ لانه رفع عن ان یجری علیه حکم العباد۔ (ص ۳۱۸، ج ۲، روح البیان)

اس فقرہ میں آپ کے قتل کیے جانے کی تردید ہے اور آپ کے اٹھائے جانے کا اثبات ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اپنی طرف اٹھانے" سے مراد ہے آسمان کی طرف اٹھانا جو اللہ تعالیٰ کی کرامت کا محل اور اس کے فرشتوں کا مستقر ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم (ظاہری طور پر بھی) نہیں چلتا۔ پس اس جگہ کی طرف اٹھا لینا اپنی طرف اٹھا لینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بالاتر مقام پر پہنچا دیا کہ وہاں آپ پر بندوں کا حکم نہ چل سکے۔

اور آیت کریمہ "وکان اللہ عزیزا حکیما" کے تحت لکھتے ہیں:-

لا یغالب فیما یریده فعزة الله تعالیٰ عبارة عن کمال قدرته فان رفع عیسیٰ علیه السلام الی السموات وان کان متعذرا بالنسبة الی قدرة البشر لکنه سهل بالنسبة الی قدرة الله تعالیٰ لا یغلبه احد۔ (ص ۳۱۹، ج ۲)

اور اللہ تعالیٰ بہت ہی زبردست ہے، جس بات کا وہ ارادہ کرے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا پس اللہ تعالیٰ کا عزیز ہونا اس کی کمال قدرت سے عبارت ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لینا اگرچہ انسانی قدرت کے اعتبار سے مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لحاظ سے بالکل آسان ہے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

باقی صفحہ ۲۴ پر

۱۹۷۳ء کا دستور اور قادیانی

نعیم آسی

- یہ مسئلہ آئین میں کئی پہلوؤں سے طے کیا جا چکا ہے۔
- وہ اندرون خانہ تحت پر کرنے کے ہمیشہ سے عادی ہیں۔
- اس گروہ کے نمائندوں کا رویہ روز بروز تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔

قادیانی مسئلہ اور اس کے خلاف برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی نوّے سالہ جدوجہد کسی تفصیل کی محتاج نہیں۔

۱۹۷۴ء میں یہ نوّے سالہ مسئلہ اپنے منطقی انجام کو پہنچا اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں تمام ارکان اسمبلی کے اتفاق رائے سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں ۱۹۷۳ء کے آئین میں اس مسئلہ کو تین پہلوؤں سے طے کیا گیا۔

اولاً اصولی طور پر یہ طے کیا گیا کہ "جو شخص خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی معنی و مطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو یا اس قسم کا دعویٰ کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔" (دفعہ ۲۶۰، (۳))

ثانیاً اس آئینی ضابطے کے "اطلاق" کی وضاحت کرتے ہوئے قرار دیا گیا کہ اب قادیانی پاکستان میں دیگر غیر مسلم اقلیات مثلاً عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی طرح ایک اقلیت ہیں خواہ وہ لاہوری گروپ کے ہوں یا قادیانی گروپ کے، اس آئینی دفعہ کا متن اس طرح ہے۔

"بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کے صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں...... ایسے افراد کے لئے مخصوص فاضل نشستیں ہوں گی جو عیسائی ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی فرقوں اور قادیانی گروہ یا لاہوری افراد (جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں) یا شیڈول کاسٹس سے تعلق رکھتے ہیں۔" (دفعہ ۱۰۶)

اس کے ساتھ یہ بھی طے کیا گیا کہ تعزیرات پاکستان میں ترمیم کر کے ان دفعات کی خلاف ورزی کرنے کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے اور متعلقہ قوانین مثلاً رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں بھی ترامیم کی جائیں۔

مذکورہ دونوں دفعات ۱۹۷۳ء کے آئین میں بالترتیب دفعہ نمبر ۲۶۰ (۳) اور دفعہ نمبر ۱۰۶ کے تحت درج ہوئیں۔

آئین میں ان ترامیم کے بعد اصولاً اس عنوان سے قانون سازی لازم تھی مگر نہ تو یہ کام بھٹو صاحب کے عہد میں ہوا، نہ اس کے بعد ہو سکا۔ ایسا کیوں ہے! اس کا جواب دینا سابقہ و موجودہ ہیئت مقتدرہ کا کام ہے۔

آئین کے مطابق قانون سازی نہ ہونے کے باوجود آئین کی متعلقہ دفعات نے قادیانی مفاسد کی بڑی حد تک روک تھام کر دی۔ اب دنیا پر یہ بات آشکار تھی کہ قادیانی آئینی اعتبار سے غیر مسلم ہیں یہ صورت حال قادیانیوں کے لئے کسی طور قابل قبول نہ تھی۔ قادیانیوں کی نفسیاتی کیفیت کا پتہ اس رٹ سے چلتا ہے جو "نفیس احمد بنام پنجاب یونیورسٹی" کے عنوان سے لاہور ہائی کورٹ میں داخل کی گئی۔ اس رٹ کا پس منظر یہ تھا کہ چند قادیانی طلبہ نے پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے درخواست دی اور مذہب کے کالم میں اپنا مذہب اسلام اور بریکٹ میں "احمدی" لکھا جس پر یونیورسٹی نے انہیں مذہب کا اندراج درست کرنے

کے لئے کہا، قادیانی درخواست دہندوں نے یہ تصحیح کرنے سے انکار کر دیا، بناء بریں یونیورسٹی نے ان کے فارم داخلہ مسترد کر دیئے جس پر قادیانی یہ مقدمہ لاہور ہائی کورٹ میں لے گئے، اپنی رٹ میں انہوں نے لکھا کہ "نفیس احمد" وغیرہ نے بعض داخل کردہ طلباء سے زیادہ نمبر حاصل کئے ہیں اور چونکہ یہ قابلیت کا کھلا مطالبہ تھا لہٰذا یونیورسٹی کو اس بات کا اختیار نہ تھا کہ ان کی درخواست داخلہ صرف اس بناء پر مسترد کر دی جائے کہ انہوں نے کالم نمبر۷ جو مذہب کے لئے مختص ہے اس میں اسلام کے ساتھ لفظ "احمدی" لکھا ہے۔

لاہور ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس گل محمد خان نے اس رٹ کی سماعت کی اور ان ریمارکس کے ساتھ درخواست فوراً خارج کر دی کہ...... عبوری آئینی حکم مجریہ ۱۹۸۱ء میں صاف طور لکھا ہے کہ "احمدی" غیر مسلم ہیں، سائیلان نے مذہب کے کالم میں اسلام لکھ کر آئینی دفعات کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ انہیں اپنے جواب کی تصحیح کا ایک موقع دیا گیا مگر ان کے انکار نے ان کے خلاف مزید جواز پیدا کیا۔

اگر یونیورسٹی ان حالات میں خاموش رہتی تو آئین کی خلاف ورزی میں حصہ دار بنتی، سائیلان کے اپنے کردار نے یونیورسٹی کو یہ اختیار دیا کہ ایسی درخواست مسترد کر دی جاوے جو بادی النظر میں آئین کی خلاف ورزی کر رہی تھی اور آئینی دفعات کا مضحکہ اڑانے کے مترادف تھی۔ سائیلان کی اس کارروائی سے ڈسپلن کی خلاف ورزی بھی ہوئی اس طرح سائیلان کے اپنے کردار کی بناء پر بھی میں یونیورسٹی کے حکم میں تبدیلی کو قرین انصاف نہیں گردانتا..... بہرحال سائیلان سے مذہب کے بارے میں استفسار کیا گیا اور آئین کے مطابق جواب دینا ان پر لازم تھا، انہیں امید نہیں کرنی چاہیے کہ حکام ان کے غیر آئینی جوابات میں ان کے ہاتھ بٹائیں گے، مزید برآں انہیں داخلے سے انکار اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ کسی مخصوص فرقہ یا مذہب سے متعلق ہیں دراصل ان کے فارم درخواست اس بناء پر مسترد کئے کہ انہوں نے ایک غیر آئینی موقف اختیار کیا۔

علاوہ بریں عدالت ہذا اسے معاف نہیں کر سکتی کہ سائیلان نے یونیورسٹی اور عدالت کو ایک ایسے نازک مسئلے میں ملوث کرنے کی سعی کی۔ ان پر لازم ہے کہ جب تک یہ شق موجود ہے وہ آئین کے مطابق عمل کریں۔ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں مجھے اس رٹ درخواست میں کوئی خوبی معلوم نہیں ہوئی لہٰذا اسے فوری طور پر خارج کیا جاتا ہے۔"

یہ رٹ قادیانیوں کی اندرونی کیفیات کی نہایت بھرپور عکاسی کرتی ہے، قادیانیوں کے دل پر یہ بات نقش ہو چکی ہے کہ "جب تک ۲۶۰ کا آئین موجود ہے ان کے لئے کوئی راہِ فرار نہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ قادیانی ایک مدت تک درپردہ طور پر اس دفعہ کو منسوخ کرانے کی سازشوں میں لگے رہے۔ اس ضمن میں پہلا وار اس وقت ہوا جب ۱۹۷۹ء میں ووٹرز فارموں کے حلف نامے میں گڑبڑ کر کے انہیں قادیانیوں کے حسبِ منشاء بنایا گیا، جس پر ملک بھر میں احتجاج ہوا اور بالآخر الیکشن کمیشن کو پچھلے فارم ضائع کر کے نئے فارم چھاپنا پڑے۔

خطرے کی دوسری گھنٹی اس وقت بجی جب اگست ۱۹۸۰ء میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے لندن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ۔

"اللہ نے یہ ترمیم منسوخ کر دی ہے۔"

اور جب ان سے پوچھا گیا کہ "کیا اُن کی جماعت اس آئینی ترمیم کی منسوخی کے لئے کوئی کوشش کر رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا۔

"میرے نزدیک آئینی ترمیم عبوری مرحلہ ہے
میں جانتا ہوں کہ یہ منسوخ ہو جائے گی اور
لوگ اسے بھول جائیں گے۔"

مرزا ناصر احمد کی یہ پریس کانفرنس روزنامہ جنگ لندن میں ۱۵۔ اگست ۸۰ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔ جن لوگوں نے قادیانیت کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ قادیانی خلفاء اس قسم کی پیش گوئی صرف اس وقت کرتے ہیں جب وہ اندرون خانہ کوئی پختہ ریز کر چکے ہوتے ہیں۔ قادیانی تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب ان کے جید مبلغ (مولانا) عبدالکریم نے (جو بعد میں مولانا عبدالکریم مباہلہ کے نام سے مشہور ہوئے) قادیانیت

باقی صفحہ ۲۲ پر

قومی اخبارات کا مطالعہ

قادیانیوں کے اقلیت ہونے کا واضح اعلان کر کے مسلمانوں کے شبہات دور کیے جائیں

مولانا اسلم قریشی کو بازیاب کیا جائے، تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اجلاس میں علماء کا مطالبہ

کوئٹہ۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام گذشتہ روز بعد نماز عشاء مسجد طوبیٰ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے جید علماء کرام نے عقیدہ ختم نبوت اور تحریک پر روشنی ڈالی۔ علماء کرام نے اپنی تقاریر میں مولانا اسلم قریشی کی بازیابی کا پرزور مطالبہ کیا کہ دین کے اس مجاہد کی گمشدگی میں دشمنان اسلام کا ہاتھ ہے اور حکومت کی طرف سے مولانا قریشی کی بازیابی پر مسلمانوں میں جو بے چینی پھیل رہی ہے اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ جلسے میں ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے اور انہیں اہم سرکاری عہدوں سے ہٹانے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ قرارداد میں مولانا اسلم قریشی کی بازیابی کا پرزور مطالبہ کیا گیا اور اگر مولانا کو شہید کر دیا گیا ہے تو اس کا اعلان کر کے مجرموں پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے، قادیانیوں کی ترمیمی حیثیت کا بھی واضح اعلان کر کے شکوک و شبہات کو دور کیا جائے۔ جلسے سے مولانا سلیم اللہ خان، مولانا عبدالحکیم، مولانا اسعد تھانوی اور دیگر اکابرین نے خطاب کیا۔ جلسے کی صدارت مولانا قاری سید افتخار احمد کاظمی نے کی۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کوئٹہ)

درس قرآن مجید وحدیث شریف

بمقام جامع مسجد الصادق بہاولپور۔

یکم تا ۱۶، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ بعد نماز فجر۔

یکم تا ۵، رمضان المبارک	مناظر ختم نبوت	مولانا اللہ وسایا صاحب ربوہ
۶ تا ۹، 〃	خطیب شیریں بیان	مولانا قاضی اللہ یار خان ملتان
۱۰ 〃	فاضل نوجوان	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی بہاولپور
۱۱ تا ۱۲ 〃	خطیب ربوہ	مولانا خدا بخش صاحب
۱۳ تا ۱۴ 〃	جانشین مجاہد ملت	مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری
۱۵ تا ۱۶ 〃	مناظر اسلام	حضرت علامہ عبدالرحیم صاحب اشعر

الداعیان الی الخیر

اراکین مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان بہاولپور، رابطہ کیلئے دفتر مجلس چوک شہزادی

ملتان میں قادیانیوں کے قبرستان کیلئے اراضی کی الاٹمنٹ پر شدید احتجاج

ملتان۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے پریس ریلیز کے مطابق جامع مسجد تحفظ ختم نبوت جامع مسجد قاسم العلوم گلگشت کالونی اور کچہری روڈ جامع مسجد تنظیم اہل سنت، جامع مسجد خیر المدارس جامع مسجد احرار اسلام معصورہ اور جامع مساجد میں نماز کے اجتماعات میں قراردادیں منظور کر کے مہربان کالونی عقب پولیس لائنز ملتان میں قادیانیوں کے قبرستان اور جنازہ گاہ کے لئے آٹھ کنال اراضی مختص کرنے کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا اور اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اس علاقے میں قادیانیوں کی آبادی نہیں ہے اور

باقی صفحہ ۲۲ پر

بقیہ : خصائل نبوی ؐ

باب ماجاء فی تقنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

فائدہ : قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی۔

۱حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس بن مالکؓ قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَاَنَّ ثَوْبَہٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیل کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

فائدہ : یعنی جیسا اس کا کپڑا چکنا رہتا ہے ایسا ہی یہ کپڑا بھی تیل کی کثرت استعمال سے چکنا رہتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا (تاریؒ) علامہ رازیؒ سے مناویؒ نے نقل کیا ہے کہ مکھی بھی آپؐ کے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔

باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا ذکر

فائدہ : یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی کیا ہیئتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں تین احادیث روایت فرمائی ہیں

حدثنا عبد بن حمید انبانا عفان بن مسلم حدثنا عبد اللہ بن حسان عن جدتیہ عن قیلۃ بن مخرمۃ اَنَّھَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَھُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِی الْجِلْسَۃِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ

۱ قیلہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔

فائدہ : قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کرکے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ رعب کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر و رنج کی تھی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر کسی معمولی بات سے ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادہ امت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا فکر زیادہ رہتا تھا۔ یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارھویں نمبر پر تھوڑی سی گزر چکی ہے وہاں بھی اس کی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جس کو مصنفؒ نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ کہ قیلہؓ کی یہ دہشت کی حالت دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ مسکینہ تو خوف زدہ ہوگئی۔ قیلہؓ کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر توجہ بھی نہیں فرمائی۔ زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ اے مسکینہ سکون اختیار کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ جس قدر خوف و دہشت مجھ پر تھی ساری جاتی رہی بعض روایات میں یہ قصہ کسی مرد کے متعلق مذکور ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں گزر چکا ہے۔

طریق کار کی حقیقت

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب مدظلہ

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہر وقت تین باتیں سوہانِ روح ہیں۔

۱ ماضی کی حسرت
۲ حال کے شبہات
۳ مستقبل کا خوف

اور حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ "ماضی کی حسرت سے سالک کو پچھاوٹ ہو جاتی ہے۔" فرض، غلطی ہو جائے تو استغفار کر لے اور آگے کو بڑھے۔ مثلاً اگر ہاتھ میلے ہو جائیں تو صابن سے دھو لے اور نہ بیٹھ جائے کہ ہاتھ میلے کیوں ہوئے ماضی کی نمازیں اور روزے اگر باقی ہیں یا دوسروں کے حقوقِ واجبہ اگر ذمہ ہیں تو قضا اور ادا کرنا شروع کرے۔ جب تک قضا یا واجبات ادا نہ کرے گا نیکی والے راستے پر صحیح طور سے نہیں چل سکے گا۔

حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ "سالک کو اصل محنت تو حال پر کرنی ہے۔ حال ہر حال میں پیشِ نظر رہے۔" یعنی یہ دیکھتا رہے کہ موجودہ میری زندگی نیکیوں کے ساتھ بسر ہو رہی ہے یا گناہوں کے ساتھ۔ نیکیوں پہ شکر کرتا ہے اور گناہوں پہ استغفار۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "مستقبل مولائے کریم کے سپرد کردو۔ آئندہ کیا ہو گا اس کے ہم مکلف نہیں۔"

مولانا رومیؒ نے فرمایا "ماضی و مستقبل پردۂ خداست" (ماضی اور مستقبل حجاب عن الحق ہیں) حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تیس سال بھی آپ کی عمر گذر گئی تو آج توبہ کر لیں نمازوں اور روزوں کی قضا شروع کر دیں تو آپ کے وہ تیس سال بھی نیکیوں میں لکھے جائیں گے اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اب نیک بنے ہیں بلکہ شروع ہی سے نیک ہیں۔

حدیث شریف میں ہے "راقب اللہ تجدہ تجاھک" (اللہ تعالےٰ کا دھیان رکھو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے)

حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب مدظلہ ذکر میں "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" (ترجمہ: تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو اُدھر اللہ تعالےٰ کا رخ ہے) کا مراقبہ کرایا کرتے تھے۔ بس اس کام میں لگ جانا چاہیئے یعنی ذکر و فکر۔ ذکر یعنی یاد اور فکر یعنی اصلاح کی دُھن — خلاصہ یہ کہ قرب کو مقصود سمجھے۔ اختیاری طور پہ گناہوں سے بچے اور اپنے اختیار سے تمام نیک کام کرے اور اگر کوئی غلطی ہو جائے استغفار کرے۔ اسی ایک بات کے پیچھے نہ پڑ جائے کہ یہ کام کیوں ہوا اور کیوں نہ ہوا یہ غلو و مبالغہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ لاتغلوا فی دینکم۔ (دین میں ناحق کا غلو مت کرو) "من شاق شاق اللہ علیہ۔" (جو سختی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سختی کرتے ہیں) سددوا وقاربوا واستقیموا۔ (درمیانی راہ اختیار کرو اور قرب تلاش کرو) بس اللہ کی راہ پر ڈٹ جاؤ اور ایک اپنچ

بھی ادھر اُدھر نہ ہو۔

ایک مرض ہر وقت رہتا ہے۔ اپنے عمل کو بالغ اور اپنی سعی کو سابغ سمجھ کر ہر وقت ثمرات کا منتظر رہتا ہے بس اپنے عمل کا پلہ عطائے حق سے بڑھا ہوا سمجھتا ہے۔ ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی عطا کا احاطہ کب کر سکتا ہے جب یہ بات آتی ہے تو کبھی اپنے آپ کو کامیاب نہیں سمجھتا اور ہمیشہ ناشکری ہی میں مبتلا رہتا ہے اور ہمیشہ محروم ہی رہتا ہے۔ اور اگر بزعم خود کامیاب بھی ہوگیا اور اگر وہ کامیابی پھر زائل ہوگئی تو پھر وہی تنگی اور پریشانی ہو جاتی ہے کیونکہ تنگی اور پریشانی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور ایسے انقلابات عمر بھر رہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ طالب رضا رحق و ادب من حظ الحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب رہے اور حق تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتا رہے اور جس کام میں اللہ کی ناراضگی کا خطرہ ہو اس سے بھی بچے۔ اور نہ اپنے آپ کو خواص میں سمجھے۔ اگر خواص میں سمجھا تو عوام سے گھبرائے گا۔ گھلا ملا رہے۔ کیونکہ ناگوار باتیں تو برداشت کرنی پڑیں گی۔ (قاری عبدالباسط مصری سے اگر کہا جائے کہ کسی کو نورانی قاعدہ پڑھا دو تو وہ نہ پڑھائیں گے اور اگر ماہر فن ہیں تو کبھی پڑھانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ یہ تواضع ہے عروج سے نزول میں آنا افادۂ خلق کے لئے) اور نہ ثمرات عاجلہ و آجلہ کا طالب رہے کہ نیکیوں کا ثمرہ مجھے جلد مل جائے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "بس اس کی دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اعمال کی توفیق اور آخرت میں جنت عطا فرما دیں اور دوزخ سے نجات بخشیں۔ بس ہوگیا سلوک مسنون اور یہی ہے سنت والا راستہ۔

بقیہ: رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

علامہ محمد مہدی الفاسی کا عقیدہ

الامام العلامہ شیخ محمد مہدی الفاسی شارح دلائل الخیرات (۱۱۰۹ھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی خاتم الانبیاء کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ولا ینافی ذلک نزول عیسٰی علیہ السلام بعدہ لانہ اذا نزل کان علی دینہ مع ان المراد انہ آخر من نبّی۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے بعد نازل ہونا اس کے منافی نہیں، کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ کے دین پر ہوں گے علاوہ ازیں خاتم الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آپ آخری شخص ہیں جن کو نبوت عطا کی گئی ہے۔

بقیہ: اخبارات

مسلمانوں کی آبادی کی طرف سے ضلعی انتظامیہ کی طرف سے قادیانیوں کو قطعہ اراضی فراہم کرنے سے مسلمانوں میں اشتعال اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ قراردادوں میں متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا گیا کہ اس قطعہ اراضی کی الاٹمنٹ منسوخ کر کے قادیانیوں کو مسیحیوں کے قبرستان کے قریب سرکاری اراضی الاٹ کی جائے۔ وہیں اشتاد مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے صدر شیخ عبدالجبار کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مولانا محمد اسلم قریشی کی پراسرار گمشدگی اور عدم بازیابی پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور)

بقیہ: ۱۹۷۳ء کا دستور

سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند اور دوسرے خلیفہ نے اس کی موت کی پیشگوئی کی جس کے بعد جلد ہی مولانا عبدالکریم مباہلہ پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر وہ بچ گئے البتہ ان کا ایک معاون محمد حسین ایک قاتلانہ حملے میں جاں بحق ہو گیا۔ عدالت میں مقدمہ چلا اور قاتل کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ مرزا

ناصر احمد کے اس بیان سے مسلمانوں کے کان کھڑے ہوئے۔ اور بالآخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔

مارچ ۱۹۸۱ء میں یعنی مرزا ناصر احمد کی پریس کانفرنس کے سات ماہ بعد "عبوری آئین" نافذ ہوا جس کے مندرجات نے مرزا ناصر احمد کے بیان کی تصدیق کردی، اس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی فیصلہ کن دفعہ (دفعہ ۱۰۶) خارج کردی گئی تھی، جس پر راقم نے "نوائے وقت" اور "چٹان" میں دفعہ ۱۰۶ کی تنسیخ اور اس کے مضمرات" کے زیر عنوان ایک آرٹیکل لکھا جسے سنسر حکام نے روک دیا۔ البتہ مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کے توسط سے یہ آواز صدر مملکت تک پہنچ گئی اور انہوں نے فوری طور پر ایک آرڈی ننس کے ذریعہ اس دفعہ کو "عبوری آئین" میں سمو لیا۔ قادیانیوں نے در پردہ طور پر پھر نقب لگائی اور چند ماہ بعد یہ مسئلہ پھر اٹھ کھڑا ہوا جس پر حکومت نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ ۱۹۷۳ء کا آئین اپنی جگہ پر موجود ہے اور مارشل لاء ختم ہونے پر اس کی تمام متعلقہ دفعات جوں کی توں رہیں گی۔ اس اعلان نے قادیانیوں کے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت در پردہ سازشوں میں ناکامی کے بعد اب "ہارڈ لائن" لے رہی ہے جب سے مرزا طاہر احمد مرزا ناصر احمد کے جانشین ہوئے ہیں قادیانی روزنامے "الفضل" کا لہجہ جارحانہ ہوگیا ہے قادیانیوں کے انداز اور رویّے میں نمایاں تبدیلی پائی جاتی ہے مرزا طاہر کا لاہور ایئرپورٹ پر جلوس نکالنا اور "احمدیت زندہ باد" کے نعرے لگانا۔ ربوہ تعلیم الاسلام سکول میں نبی پر توہین رسالت نظم پڑھنا، منع کرنے پر ایک مسلمان استاد کو زدو کوب کرنا۔ لاہور کے فائیو اسٹار ہوٹل میں قادیانی جماعت کے سربراہ کا جلسہ کرکے ۱۹۷۳ء کے آئین کو چیلنج کرنا۔ شیخوپورہ میں مولانا عبدالہادی پر حملہ کرنا، حیدرآباد کنڈی میں قادیانی سربراہ کا سرکاری گاڑیوں پر جلوس نکالنا اور اب مجاہد ختم نبوت مکرم محمد اسلم قریشی کا پراسرار طور پر لاپتہ ہونا۔ سب وہ مظاہر ہیں جو قادیانیوں کی بدلی ہوئی حکمت عملی کا پتہ دیتے ہیں۔"

بقیہ از مدرسہ صولتیہ

داماد مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی حضرت کے جانشین، مدرسہ کے ناظم و مہتمم اور شرعی متولی مقرر کئے گئے اور حق تو یہ ہے کہ اس مرد مجاہد نے اپنے ۴۸ سال دورِ سعادت میں خدمت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے دور نظامت کا سب سے بڑا کارنامہ مدرسہ کی جدید عالیشان سہ منزلہ عمارت ہے جس میں الحمد للہ تقریباً پون صدی سے تمام علمی و تعلیمی اغراض و مقاصد پورے ہورہے ہیں۔ ۱۴۰۶ھ میں وفات کے بعد حرم محترم کی اس علمی دینی خدمت کی سعادت حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کے حصہ میں آئی اور اپنے اسلاف اور عظیم المرتبت اہل حق بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر آپ نے رب العالمین کی توفیق و تائید سے مدرسہ کے لئے جو بین الاسلامی مقام پیدا کیا وہ آج سب کے سامنے ہے۔ پورے ۵۱ سال اس علمی امانت کی خدمت کے بعد اس جانشین اکابر نے بھی ۹ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ بابرکت تاریخی معلومات بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۰۸ ہجری میں حضرت بانی مدرسہ کی رحلت کے بعد اور ان کی ہدایت و وصیّت کے مطابق شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ صولتیہ کے سرپرست مقرر فرمائے گئے۔

گذر جائیں گے اہل درد رہ جائے گی یاد اُن کی
وفا کا درس جب ہوگا اُن کے ذکر پر ہوگا

بقیہ از قادیانی شبخون

کا کہنا ہے کہ یہ سب اُن کی شان میں ہی وارد ہوئی ہیں وہ کہتے ہیں واعیاً الی اللہ میں ہی ہوں۔ میں ایک روشن چراغ ہوں۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کا مصداق میں ہوں۔ رحمۃ اللعالمین میرا لقب ہے۔ کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا مجھ پر صادق آتا ہے۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد میرے ہی حق میں حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کیونکہ احمد میرا نام ہے سچ ہے جب پردہ حیا اٹھ جائے تو جو چاہو کرو۔

WEEKLY Khatme-Nubbuwat KARACHI
Registered S. No. 1114

کمترین کا بیڑا غرق

ظرافت

مشرقی پنجاب سے آنے کے بعد
قادیاں کا کعبہ ٹیڑھا ہو گیا
مرزا صاحب کا ہے الہام ٹھیک
کمترین کا غرق بیڑا ہو گیا

مرکزیت وحی اور لوٹ نے چھوڑ
ناصر و ان صاحب کی بندربانٹ سے
عشق بھی جی کا بکھیڑا ہو گیا
کمترین کا غرق بیڑا ہو گیا

ان میں حرب و ضرب کی جب تک ہوں
وہ چیت انگریزی رضا پر
ان کو کھائی کی تھپیڑا ہو گیا
کمترین کا غرق بیڑا ہو گیا